کامیابی کے لئے

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی سنت
دونوں کا سمجھنا ضروری ہے

از

ڈاکٹر محمد واسع ظفر

استاذ و سابق صدر، شعبہ تعلیم
پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

ترتیب و پیش کش:

ظفر سلطان
پٹنہ

KAMYABI KE LIYE
ALLAH KI QUDRAT AUR USKI SUNNAT
DONO KA SAMAJHNA ZAROORI

By

Dr. Md. Wasay Zafar

Former Head, Deptt. of Education
Patna University, Patna

Presented by
Zafar Sultan
Patna

Printed : Saima Publication, Dariyapur, Ahmad Market, Patna-4

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ٥ (سورة النجم: ٣٩)

اور یہ کہ انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی خود اس نے کوشش کی!

کامیابی کے لئے
اللہ کی قدرت اور اس کی سنّت
دونوں کا سمجھنا ضروری

از

ڈاکٹر محمد واسع ظفر

استاذ و سابق صدر، شعبہ تعلیم، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

ترتیب و پیش کش:
ظفر سلطان، پٹنہ

نام کتاب : کامیابی کے لئے اللہ کی قدرت اور اس کی سنّت دونوں کا سمجھنا ضروری

مضمون نگار : ڈاکٹر محمد واسع ظفر

پتا : ۱۰۴۔ مدینہ ٹاور، مدرسہ روڈ، سمن پورہ، پٹنہ، بہار (انڈیا)

رابطہ : mwzafar.pu@gmail.com

پیش کش : ظفر سلطان، پٹنہ

صفحات : 22

سال اشاعت: 2024

ہدیہ : 20 روپئے

کمپوزنگ : محمد جمال الدین اطہر

مطبع : صائمہ پبلی کیشن، احمد مارکیٹ، لنگر ٹولی، پٹنہ۔۴

کتاب ملنے کا پتہ

☆ ظفر سلطان، سلطان گنج، پٹنہ

☆ بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ

☆ پرویز بک ڈپو، سبزی باغ، پٹنہ

مضمون میری نظر میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ حَامِداً وَ مُصَلِّیاً، اَمَّا بَعْدُ !

اللہ کی قدرت اور اس کی سنت کے سلسلے میں ڈاکٹر محمد واسع ظفر صاحب کا یہ مضمون ’’ کامیابی کے لئے اللہ کی قدرت اور اس کی سنت دونوں کا سمجھنا ضروری‘‘ جب میری نظر سے گزرا تو مجھے ایسا لگا کہ اس کی ایک ایک سطر میرے ذہن کی پیداوار اور میرے دل کی آواز ہے۔ میں نے فون پر بے ساختہ ان سے کہا کہ آپ میرے دل کی آواز ہیں۔ میں آپ کا بے حد ممنون اور شکرگزار ہوں کہ جو خیالات میرے دل و دماغ کے کسی گوشہ میں پنہاں تھے، انہیں آپ نے تحریر کی شکل دے دی ہے۔

اس مضمون کی خوبی یہ ہے کہ جو شخص بھی غور سے اور دھیان دے کر اسے پڑھے گا، وہ اپنا احتساب بڑی آسانی سے کر لے گا۔ کیا ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کو سخت پیاس لگی ہو اور وہ ایک کنوئیں کے پاس کھڑے ہو کر قوم کو کوس رہے ہوں کہ لوگوں نے یہاں پر ایک بالٹی اور رسی کا انتظام کیوں نہیں کیا اور اسی طرح ایک ہجوم جمع ہو گیا ہو اور سب یہی کہہ رہے ہوں کہ بالٹی ہوتی اور رسی ہوتی تو پیاس بجھ جاتی مگر کسی کو یہ توفیق حاصل نہیں ہوتی کہ وہ بالٹی اور رسی کا انتظام کرے۔ میں نے سوچا کہ اس مضمون کو اپنے سماج کے پڑھے لکھے طبقہ کے سامنے پیش کر دیا جائے کیوں کہ اس طبقہ کا ایک بڑا حصہ

2

آج بھی یہی سوچ رکھتا ہے کہ دشمن کے توپ میں دیمک لگ جائے تاکہ میں فتح یاب ہو جاؤں، مجھے کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ فکر ملت کو کس درجہ میں کامیابی دلا سکتی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون میں اسی فکر کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مقالہ نگار کی منشا و فکر کو سمجھنے کی توفیق دے اور اس تحریر کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین!

ظفر سلطان
ریٹائرڈ لیبارٹری ٹیکنیشین،
ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین،
پٹنہ، بہار (انڈیا)
رابطہ 7295093455

۲۹ ر شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ
مطابق ۹ ر مئی ۲۰۲۴ء

تقریظ

از: مفتی محمد شاہد نعمانی قاسمی صاحب

استاذ، مدرسہ تحفیظ القرآن، سمن پورہ، راجہ بازار، پٹنہ، بہار (انڈیا)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم وَ عَلٰی اٰلِہِ وَ اَصۡحَابِہِ اَجۡمَعِیۡن، اَمَّا بَعۡدُ!

ماہر ادیب اور بہترین قلم کار ڈاکٹر محمد واسع ظفر صاحب مدظلہ العالی کے مضمون ''کامیابی کے لئے اللہ کی قدرت اور اس کی سنت دونوں کا سمجھنا ضروری'' کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ مضمون انتہائی مفید اور معلوماتی ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے قدرت اللہ اور سنت اللہ کے مفہوم کو دلائل سے اور دونوں کے مابین فرق کو خوب سے خوب تر مثالوں سے عمدہ انداز میں واضح فرمایا ہے، ساتھ ہی اسباب کے تعلق سے لوگوں کی بے اعتدالی کو ذکر کرتے ہوئے اسباب لازمہ کو اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ اللہ کی قدرت کو جاننے کے بعد درست عمل کے لئے سنت اللہ کو بھی سمجھنا بے حد ضروری ہے کیوں کہ اگر کسی کو صرف اللہ کی قدرت کا تعارف کرا دیا جائے، حالانکہ قدرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، اور سنت اللہ جس کا دوسرا نام شریعت بھی ہے اگر اس کا انکار ہو یا سنت اللہ سے غافل ہو تو وہ بے کار بن کر بیٹھ جائے گا اور ہمیشہ اس انتظار میں رہے گا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہی کر دیں گے اور اس کو کچھ نہیں کرنا پڑے گا، یہ انداز فکر تو سنت انبیاء علیہم السلام کے بھی خلاف ہے کیوں کہ تمام انبیاء کرام

3

علیہم السلام دنیا میں شرائع دین کے ترجمان اور رہنما بن کر آئے تھے اور سب نے یہاں ضابطہ خداوندی کو اختیار کیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون جس میں اللہ تعالیٰ کی دو عظیم الشان صفات کو عمدہ اور بہترین انداز میں پیش کیا گیا ہے، ہر عام و خاص کو مطالعہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو مقالہ نگار کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور شرف قبولیت بخشے۔ آمین!

محمد شاہد نعمانی قاسمی

استاذ، مدرسہ تحفیظ القرآن، سمن پورہ،

راجہ بازار، پٹنہ، بہار (انڈیا)

۲۵ر شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ

مطابق ۵ر مئی ۲۰۲۴ء

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ !

اللہ رب العزت نے اس دنیا کو دارالاسباب اور دارالعمل بنایا ہے۔ ایک تو یہاں وجود میں آنے والی ہر چیز، ان میں رونما ہونے والی ہر تبدیلی یا یہاں وقوع پذیر ہونے والا ہر واقعہ کسی نہ کسی سبب سے جڑا ہوا معلوم دیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں انسان کو اللہ تعالیٰ نے اعمال وسعی کا مکلّف بنایا ہے اور یہاں وقوع پذیر ہونے والے حالات و واقعات میں بھی انسان کے اعمال، اس کی کوششوں اور جد و جہد کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کا اعلان ہے: ﴿ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِي النَّاسِ الآیة﴾ یعنی خشکی اور تری میں جو فساد یا خرابی رونما ہوتی ہے وہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔ (سورۃ الروم: ۴۱)۔ غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انسان اپنی کوششوں کے ساتھ اسباب کے تانے بانے میں جکڑا ہوا ہے۔ اسباب کے ساتھ اس کے رشتے کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن ظاہر کر دیا تھا جب آدم علیہ السلام کو کائنات کی تمام اشیاء کے نام مع ان کے آثار و خواص کے سکھا کر فرشتوں پر یہ واضح کر دیا کہ زمین کی خلافت کے لئے صرف تسبیح و تقدیس کافی نہیں بلکہ اسماء و صفات کا علم بھی

ضروری ہے۔ اسباب لازمہ کے ساتھ اس کی جد و جہد کے جو نتائج رونما ہوتے ہیں وہ ایک خدائی ضابطہ کے تحت ہوتے ہیں جسے سنت الٰہی، دستور خداوندی یا قانون قدرت کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے سنت اللہ کے الفاظ کا استعمال سورۃ الفاطر کی آیت نمبر ۴۳ اور سورۃ مومن کی آیت نمبر ۸۵ میں قوموں کے درمیان جاری اللہ کی سنت کے لئے کیا ہے۔ اسی قسم کی سنت تمام اشیاء میں جاری و ساری ہے اور عام حالات میں ان کے اثرات و نتائج بھی ضابطہ خداوندی ہی کے تحت آتے ہیں لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ بھی کرتا ہے اور عام ضابطہ سے ہٹ کر کچھ ایسی چیز وقوع میں لاتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اسباب یا ضابطہ کا محتاج نہیں اور وہ اسباب عادیہ کے بغیر بھی سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ اسباب کے پردے میں بھی اسی کی قدرت کام کر رہی ہوتی ہے، اگر اس کی تائید نہ ہو تو اسباب نہ تو فائدہ ہی دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ لیکن انسان کی اسباب لازمہ کے ساتھ سعی میں ضابطہ الٰہی کے تحت آنے والے نتائج کے استقامت (Consistency) کو دیکھ کر اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اسباب کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور مسبب الاسباب سے غافل ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ اسباب لازمہ پر محنت کرنے سے جی چُراتے ہیں، خود ضابطہ خداوندی کو پورا نہیں کرتے اور ہر معاملہ میں کرشمہ خداوندی کے منتظر رہتے ہیں۔ اعتدال کی بات اور مومنانہ صفت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اسباب لازمہ کو اختیار کیا جائے، ان پر محنت و سعی کی جائے اور بہتر نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا جائے۔ احقر نے یہ محسوس کیا کہ ہمارے سماج میں اکثر لوگ اس مسئلہ میں مذکورہ بے اعتدالیوں کا شکار ہیں۔ اس لئے ایک عرصہ سے یہ ارادہ تھا کہ اللہ کی قدرت اور اس کی سنت کو موضوع بنا کر ایک مقالہ ضرور لکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ منصوبہ اپریل کے آخری ہفتہ میں پایہ تکمیل کو پہنچا

اور ۲۵۔۲۶/اپریل کو وہ مقالہ بعنوان ''کامیابی کے لئے اللہ کی قدرت اور اس کی سنت دونوں کا سمجھنا ضروری'' ملک عزیز کے کئی اردو اخبارات میں شائع بھی ہوگیا۔ احباب نے اسے بے حد پسند فرمایا لیکن میرے رفیق محترم جناب ظفر سلطان صاحب کو یہ مقالہ کچھ زیادہ ہی پسند آیا۔ انہوں نے نہ صرف فون کر کے مبارکباد اور دعائیں دیں بلکہ اسے کتابچہ کی شکل میں شائع کروانے کا ارادہ بھی ظاہر کیا اور احقر سے تعاون کی درخواست کی جس سے انکار کی مجھ میں سکت نہ تھی۔ چنانچہ یہ کتابچہ آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ احقر کی اس فکر کو عام کردے اور اس تحریر کو میرے لئے ذخیرہ آخرت بنادے۔ نیز جناب ظفر سلطان صاحب کو بھی اس مقالے کی ترویج واشاعت کا بہترین صلہ بخشے۔ آمین یارب العالمین!

محمد واسع ظفر

استاذ وسابق صدر، شعبہ تعلیم، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

رہائش: ۱۰۴۔ مدینہ ٹاور، مدرسہ روڈ، سمن پورہ، پٹنہ، بہار (انڈیا)

۱۷/ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ

مطابق ۲۶/مئی ۲۰۲۴ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ہ

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ ہ اَمَّا بَعۡدُ !

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا، اس کو قائم رکھنے والا، اس کے تکوینی نظام کو چلانے والا، اور اس کو منطقی انجام تک پہنچانے والا صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔ یہاں صرف اسی ایک کا حکم چلتا ہے، کسی دوسرے کو یہ اختیار ہی نہیں کہ وہ اس کے نظام میں کوئی مداخلت کرسکے۔ قرآن کریم کا اعلان ہے: ''**أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ**'' یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ تخلیق کرنا اور احکام جاری کرنا اسی کے لئے مخصوص ہے۔ (الاعراف: ۵۴)۔ اس دنیا میں جہاں کہیں بھی اور جو بھی صاحب اختیار نظر آتا ہے خواہ اس کا دائرہ اختیار چھوٹا ہو یا بڑا، وہ اس رب کائنات کے اذن اور مرضی سے ہی موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جو بھی فیصلے لیتا ہے، وہ صحیح اور خدائی فیصلہ ہی ہوتا ہے۔ انسان کو چونکہ اس نے بطور آزمائش ارادے اور اختیار کی آزادی دی ہے، اس لئے وہ اپنے اختیارات کا کبھی صحیح اور کبھی غلط استعمال کرتا ہے اور اسی کے مطابق دنیوی یا اخروی نتائج کا ذمے دار گردانا جاتا ہے۔

اگر ہم غور کریں تو اس کائنات میں جو کچھ بھی تخلیقی (constructive) یا تخریبی (destructive) عمل رونما ہوتا ہے یا جو بھی تغیرات و حادثات سامنے آتے ہیں، ان سب کے پیچھے اللہ رب العزت کی دو عظیم الشان صفات کا دخل ہوتا ہے؛ ایک اللہ کی سنت ہے اور دوسرے اس کی قدرت۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ اس نے اس کائنات میں ہر چھوٹی بڑی چیز کے وجود میں آنے کے لئے ایک ضابطہ قائم کیا ہوا ہے، اس مخصوص ضابطہ کے تحت ہی کوئی مخصوص چیز وجود میں آتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اسے ہم سائنس کی زبان میں قانون قدرت (Natural Law) کہہ سکتے ہیں۔ سائنس داں دراصل یہی کرتے ہیں کہ کسی بھی واقعہ کے رونما ہونے کے پیچھے جو عوامل کار فرما ہوتے ہیں، وہ ان کا پتا لگاتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ وہ عوامل ایک دوسرے سے کن حالات (conditions) میں اور کس طرز عمل (process) کے ذریعے مل کر ایک مخصوص نتیجہ فراہم کر رہے ہیں۔ یکساں حالات میں کسی عمل کے متعدد مشاہدوں میں اگر نتائج یکساں رہتے ہیں تو اسی کو سائنس داں Natural Law کہتے ہیں۔ جب کوئی ایسی چیز رونما ہوتی ہے یا کوئی ایسا حادثہ پیش آتا ہے جس کی وضاحت سائنس نہیں کر

پاتی تو اسے قدرت کا حادثہ (accident of nature) کہہ کر سائنس داں اپنی جان چھڑا لیتے ہیں۔

یہاں اسلامی عقیدہ یہ کہتا ہے کہ اسباب جس طرح اپنے وجود میں آنے کے لئے اللہ کے حکم کے محتاج ہیں، اسی طرح نتائج دینے میں بھی اللہ ہی کے حکم کے محتاج ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کچھ بھی کرنے میں کسی سبب کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا اسباب سے بالاتر ہونا ہی اس کی قدرت ہے یعنی وہ جب چاہے اور جو چاہے اسباب کے بغیر اور عام ضابطہ کے خلاف کرنے پر بھی قادر ہے۔ مثال کے طور پر عورت اور مرد کے ملاپ سے افزائش نسل کا عمل وجود میں آتا ہے، یہ اس کی قائم کردہ سنت ہے لیکن اس کی قدرت یہ ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے وجود عطا کیا، دادی حوا کو آدم علیہ السلام کی پسلیوں سے یعنی صرف مرد سے وجود بخشا اور عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ماں مریم سے پیدا کر دیا۔ یہ سارے واقعات اللہ کی قدرت کے مظاہر ہیں لیکن اس نے رہتی دنیا تک کے لئے یہی سنت جاری کی ہے کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی نسل آگے چلے تو اسے جنس مخالف سے شادی کرنا پڑے گی اور حق زوجیت بھی ادا کرنا پڑے گا، پھر اللہ اگر چاہے گا یا یوں کہیے کہ اس کے حق میں مناسب سمجھے گا تو اسے اولاد سے نوازے گا۔ اسباب

لازمہ کو اختیار کرنے کے باوجود اگر اللہ نہ چاہے تو مطلوبہ نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ه ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَلِقُونَ ه﴾ (ترجمہ): ''ذرا یہ بتلاؤ کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو، کیا اسے (بصورت انسان) تم پیدا کرتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' (الواقعہ:۵۸-۵۹)۔

اس کے برعکس اگر کوئی مرد یا عورت افزائش نسل کا خواہش مند ہو لیکن وہ قانون الٰہی کی تابع داری نہ کرے یعنی اسباب لازمہ کو اختیار نہ کرے اور کسی مسجد میں حتیٰ کہ مسجد حرام میں معتکف ہو کر پورے خشوع و خضوع سے اللہ سے اولاد کی دعا کرے تو اس کی آرزو کا پورا ہونا محال ہے گو کہ یہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا خاص مظاہرہ ہر کسی کی خواہش اور مطالبہ پر نہیں کرتا اور نہ ہی یہ اس کا معمول ہے۔ اس کا معمول تو وہی قانون قدرت ہے جسے احقر ''سنت اللہ'' کہہ رہا ہے۔ اس لئے اُس انسان کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ اسے قانون قدرت کی سمجھ نہیں!

اس بات کو اب دوسری مثال سے سمجھئے۔ اگر کسی شخص کو آم کی پیداوار چاہیے تو سنت الٰہی کیا ہے کہ وہ آم کا پودا لگائے، اسے سینچے اور اس کی

حفاظت کرے، پھر اللہ سے اس میں پھل آنے کی دعا کرے، تب جا کر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اسے آم کی فصل نصیب ہو۔ اب اگر ایک شخص نے امرود کے باغ لگا دئے اور اس کی سینچائی و حفاظت بھی خوب کی اور صلاۃ الحاجۃ پڑھ پڑھ کر وہ پورے خلوص سے اس باغ میں آم کی پیداوار ہونے کی اللہ سے دعائیں کر رہا ہے تو کیا امرود کے پیڑوں میں آم کا پھل نکل آئے گا، نہیں بالکل نہیں! ایک بار پھر میں یہ دہراؤں گا کہ یہ اللہ کی قدرت میں ہے کہ امرود کے درختوں میں آم کا پھل لے آئے لیکن یہ اس کی جاری سنت نہیں ہے۔ سنت الٰہی یا ضابطہ خداوندی یہی ہے کہ آم کے پیڑوں میں آم اور امرود کے پیڑوں میں امرود ہی پھلتا ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس!

اب ایک تیسری مثال لیجئے۔ ایک شخص کو پٹنہ سے دہلی جانا ہو تو اس کے اسباب کیا ہیں؟ وہ شخص دہلی کی کسی ٹرین، بس یا ہوائی جہاز کا ٹکٹ لے اور اس کے مطابق ہی سواری پر سوار ہو، پھر اللہ سے دعا کرے کہ عافیت کے ساتھ اسے اپنی منزل مقصود تک پہنچا دے، تو امید ہے کہ وہ دہلی پہنچ جائے۔ ایک شخص نے دہلی کی کسی ٹرین کا ٹکٹ لیا لیکن وہ کولکاتہ کی کسی ٹرین میں بیٹھ گیا، اب وہ جتنا بھی گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرلے کہ اللہ اسے دہلی پہنچا دے، ہر لحہ اپنی منزل مقصود سے وہ دور ہی ہوتا جائے گا کیوں کہ اس

نے سبب غلط اختیار کرلیا ہے۔ اب کوئی کرشمہ ہی اسے دہلی پہنچا سکتا ہے جس کا ظہور روز روز نہیں ہوا کرتا!

ان مثالوں سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے، اللہ رب العزت نے یہاں ہر چیز کو کسی نہ کسی سبب سے جوڑا ہے اور اس کے تمام امور میں اپنی ایک سنت جاری کی ہوئی ہے جس کو سمجھنا اور اس کی تابع داری کرنا، پھر اللہ سے دعا کرنا، مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اسلامی تعلیم یہی ہے کہ اللہ کی جاری کردہ سنت کو اختیار کیا جائے اور اس کی قدرت پر ایمان رکھا جائے۔ نیز اسباب کو صرف ضابطہ الٰہی سمجھ کر اختیار کیا جائے لیکن ان پر بھروسہ نہ کیا جائے، بھروسہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات پر ہو کیوں کہ اسباب نتائج دینے میں اسی کے حکم کے محتاج ہیں۔ پھر جب اسباب اپنے قدرت میں نہ ہوں تو اللہ سے یوں دعا کیا جائے کہ یا اللہ! تو مسبب الاسباب ہے، یا تو میرے مطلوبہ کام کے لئے کوئی سبب پیدا کردے یا تو بغیر سبب کے ہی میرا کام بنادے کیوں کہ تو سبب کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی سبب ضرور کھڑا کردے گا یا پھر بغیر سبب کے ہی وہ کام بنادے گا اگر وہ کام اس کی مصلحت کے خلاف نہ ہو۔

8

ان باتوں کی صحیح سمجھ نہیں ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ اس معاملے میں بے اعتدالی کا شکار ہوتے ہیں؛ کچھ تو اسباب کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ اللہ اور اس کے احکام سے دوری کی شکل میں سامنے آتا ہے اور کچھ لوگ اسباب کا سرے سے ہی انکار کردیتے ہیں اور یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ اللہ کی مرضی ہوگی تو یہ کام خود بخود ہوجائے گا۔ یہ سوچ انسان کو ناکارگی کی طرف لے جاتی ہے۔ ایسے لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں اور ہر معاملے میں کرشمہ خداوندی کے منتظر رہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں اللہ تعالیٰ اگر کسی چیز کا ارادہ کرلے تو اسے پورا کرنے کے لئے اسے کسی سبب کی محتاجی نہیں، وہ لفظ 'کن' سے ہر کچھ کرنے پر قادر ہے لیکن نظام کائنات کو چلانے میں یہ اس کا عام ضابطہ نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اسباب جب کہ وہ اپنے دسترس میں ہوں، کا اختیار کرنا ضابطہ الٰہی کے دائرے میں ہے اور اسے اختیار کرنے کے بعد ہی اللہ پر توکل اور اس سے کامیابی کی دعا کا مرحلہ آتا ہے۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: "يَا رَسُولَ اللهِ ! أَعْقِلُهَا وَ أَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَ أَتَوَكَّلُ؟ قَالَ: اعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ" "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں یا کھلا چھوڑ دوں پھر توکل

کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اسے باندھ دو، پھر توکل کرو!'' (سنن ترمذیؒ، رقم الحدیث ۲۵۱۷، بروایت انس بن مالکؓ)۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اونٹ کے فرار ہونے سے بچنے کا سبب اختیار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ اسباب لازمہ کا اختیار کرنا اگر توکل کے خلاف ہوتا تو اللہ رب العزت اپنے نبیؐ اور مسلمانوں کو سامان حرب اکٹھا کرنے اور دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنے کا حکم نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ (ترجمہ): ''اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں، ان سے مقابلہ کے لئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے (موجودہ) دشمن پر بھی ہیبت طاری کرسکو، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے، (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کے راستے میں تم جو کچھ خرچ کروگے، وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا، اور تمہارے لئے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔'' (سورۃ الانفال: ۶۰)۔

چنانچہ آپؐ نے اور مسلمانوں نے حکم خداوندی کے مطابق مذکورہ وسائل کی تیاری بھی کی۔ نیز غزوہ حنین کے موقع پر آپؐ نے صفوان بن امیہ سے سو زرہیں مع آلات و اوزار مستعار لئے جب کہ مکہ فتح ہو چکا تھا اور مقابلہ قبیلہ ہوازن سے ہونے والا تھا۔ یہ جنگ کی تیاری میں اسباب لازمہ کو اختیار کرنے کی آپؐ کی سمجھ بوجھ اور سنت کو ظاہر کرتا ہے۔ جنگ کے علاوہ بھی زندگی کے دوسرے امور میں آپؐ کا اسباب لازمہ کو اختیار کرنا صحیح بلکہ متواتر روایات سے ثابت ہے۔ اب ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ضابطہ خداوندی کو اختیار کئے بغیر یعنی اپنے حصے کا کام کئے بغیر لمبی چوڑی دعائیں کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اللہ کی غیبی مدد کے متوقع رہتے ہیں۔ ہمارے ائمہ اور خطبا کا بھی یہی حال ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہ دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ اللہ ساری دنیا میں ہدایت کی ہوا چلا دے لیکن ہدایت کے عمومی نزول کے لئے جو اسباب ہیں انہیں ہم اختیار نہیں کرتے۔ اگر ہدایت کا نزول صرف دعا سے ممکن ہوتا تو نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں بیٹھ کر لوگوں کی عمومی ہدایت کے لئے دعا کر دیتے اور اللہ سب کو ہدایت دے دیتا لیکن ایسا نہیں ہوا کیوں کہ دعوت کی بے لوث اور انتھک محنت، حکمت عملی، مخالفتوں کا سامنا، مصائب پر صبر اور جان و مال کی قربانی ہدایت کے نزول عام ہونے

کے اسباب ہیں جن سے نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو گزارا گیا، پھر آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے طاغوتی طاقتوں سے مقابلہ آرائیاں بھی کیں اور دعائیں بھی کیں، تب جا کر ہدایت عام ہوئی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ ہم لوگ گھر بیٹھے صرف دعاؤں سے ہی ہدایت کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ ہم بعض مرتبہ زمین پر بسنے والے ایک ایک انسان کی ہدایت مانگ رہے ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی دعا ہے جو اس کائنات میں اللہ کی منصوبہ بندی ہی کے خلاف ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيراً مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُوْلَـئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (ترجمہ): ''اور ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ جہنم کے لئے ہی پیدا کئے، ان کے پاس دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔'' (الاعراف:۱۷۹)۔ ایسے لوگوں کو آپ دعوت تو دے سکتے ہیں لیکن ہدایت کہاں سے دلوادیں

گے؟ اسی طرح فرمایا: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ (ترجمہ): ''اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو (پہلے ہی) اس کی ہدایت دے دیتے لیکن وہ بات جو میری طرف سے کہی گئی تھی، متحقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سب سے ضرور بھر دوں گا۔'' (السجدۃ:۱۳)۔ پتا یہ چلا کہ ہماری بعض دعائیں بالکل خیالی نوعیت (Utopian Nature) کی ہوتی ہیں، بعض سنت اللہ یا ضابطہ خداوندی کے خلاف تو بعض کائنات میں اس کی منصوبہ بندی ہی کے خلاف۔

اسی طرح ہم دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ عطا فرما جب کہ قوموں کے عروج و زوال اور غلبہ کے سلسلے میں بھی اللہ کا ایک ضابطہ ہے جو دعا کے وقت ہمارے ذہنوں میں بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ کچھ عمل میں ہو۔ قرآن کریم میں بعض مقامات پر اس کی بھی نشان دہی کر دی گئی ہے کہ کن صفات کی حامل قوموں کو وہ عروج اور غلبہ عطا کرتا ہے اور کیسی قوموں کو وہ ذلیل وخوار کرتا ہے۔ آپ بنی اسرائیل اور قوم عمالقہ کا واقعہ پڑھ لیجئے یا طالوت اور جالوت کے ٹکراؤ کا، بہت کچھ واضح ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کاہل اور بزدل قوموں کو کبھی غلبہ عطا نہیں کیا کرتا، ان

کے حصے میں ذلت و رسوائی ہی آتی ہے۔ اور اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں یہ بھی اعلان فرمادیا ہے کہ قوموں کے حشر کے سلسلے میں اس کی سنت نہ تو بدلتی ہے اور نہ ہی یک لخت اٹھ جاتی ہے: ﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾ (ترجمہ): ''تو تم اللہ کے طے شدہ دستور میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے، اور نہ تم اللہ کے طے شدہ دستور کو کبھی ٹلتا ہوا ہی پاؤ گے۔'' (فاطر: ۴۳)۔

اسی لئے کئی اکابر علماء کرام نے کہ قوموں کے عروج و زوال کے دستور کو سمجھنے کی خصوصی کوشش کی اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ملت کو اس سے آگاہ بھی کیا۔ مثال کے طور پر ابو محمد علی بن احمد بن حزم الاندلسیؒ کی تصنیف ''الملل و النحل'' (اردو ترجمہ: ''قوموں کا عروج وزوال'' از مولانا عبداللہ عمادی)، مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تصنیف ''قرآن کا قانون عروج و زوال''، علامہ شکیب ارسلان کی کتاب ''اسباب زوال امت''، پروفیسر حبیب اللہ چشتی کی ''امت مسلمہ کا عروج و زوال: اسباب، وجوہات اور تدارک'' اور ڈاکٹر محمد امین کی کتاب ''مغرب کا عروج اور متوقع زوال'' دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن ہم لوگوں نے تو پڑھنا لکھنا بھی چھوڑ دیا الا ماشاء اللہ، تحقیق تو بہت دور کی بات ہے۔ ہم صرف لمبی چوڑی دعائیں کرنا جانتے ہیں

اور ضابطہ خداوندی کی تابع داری بالکل نہیں کرتے۔ ایسے میں نتیجہ صفر رہنا ہوتا ہے اور صفر ہی رہتا ہے، البتہ ہم لوگ دعا کر کے خود کو تسلی ضرور دے لیتے ہیں کہ ہم بھی کچھ کر رہے ہیں حالانکہ ہم کچھ بھی نہیں کر رہے ہوتے۔ اگر آپ پوری ملت کے عملی رویہ کا جائزہ لیں تو یہی صورتحال ملے گی سوائے معدودے چند کے جو واقعی کچھ کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے ملت دن بہ دن پستیوں میں گرتی جارہی ہے اور اس کا مرض لاعلاج بنتا جارہا ہے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام امور میں ہم ضابطہ خدواندی یا سنت اللہ کو پہچانیں، خود کو اس کا تابع دار بنائیں اور اپنے دائرہ اختیار میں اسباب لازمہ پر زبردست محنت و مشقت کریں، پھر اللہ سے بہترین نتائج کی دعا کریں تب ہی ہمیں ہر شعبہ میں کامیابی نصیب ہوسکتی ہے۔ اسی طرح قوموں کے عروج اور غلبہ کے سلسلے میں جو ضابطہ خداوندی ہے اسے سمجھنے اور پورا کرنے کی کوشش کریں پھر اللہ سے اس کے لئے دعا کریں، تو امید ہے کہ ہمارے حالات بدل جائیں اور ہمیں قوموں کی امامت کا شرف پھر سے حاصل ہوجائے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ احقر کی اس فکر کو عام کردے اور سارے مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین!

☆☆☆☆☆